ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

مستنصر حسین تارڑ کے سفر ناموں میں مہماتی عناصر

The Adventurous Elements in the Travelogues of Mustansar Hussain Tarar

غزالہ ضیا
پی ایچ۔ڈی سکالر، شعبہ اُردو، قرطبہ یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، ڈیرہ اسمٰعیل خان
پروفیسر ڈاکٹر محمد اشرف کمال
شعبہ اُردو، قرطبہ یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، ڈیرہ اسمٰعیل خان

Abstract:

Mustansar Hussain Tarar is an important travelogue writer in Urdu. He has undertaken numerous journeys to the northern regions of Pakistan and documented his experiences in his travelogues. His travelogues exhibit a pioneering style. He eloquently narrates the challenges and difficulties encountered on the way in an engaging manner. Among Urdu's adventure travelogue writers, he holds a prominent position. The quality of Mastansahsain Tarraki's writing is that it has the power to convey all kinds of emotions. Especially when they set out on an expedition, they put their feelings and impressions into words in such a way that they become embodied and exposed to us. The reader's heart is also imprinted with the impression that is in the writer's heart.

Keywords: Mustansar Hussain Tarar, travelogue, eloquently narrates, Urdu's adventure, expedition

مستنصر حسین تارڑ کا شمار اُردو کے اہم ترین سفر نامہ نگاروں میں ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنی سفر نامہ نگاری کا آغاز اپنے سفر نامے "نکلے تری تلاش میں" سے کیا۔ اُن کا یہ پہلا سفر نامہ ۱۹۷۲ء میں شائع ہوا۔ اِس وقت تک اُن کے تین درجن سے زائد سفر نامے شائع ہو چکے ہیں۔ ان میں سے ایک تہائی سفر نامے پاکستان کے شمالی علاقہ جات کے مہماتی انداز کے اسفار کی روداد پر مشتمل ہیں۔ مستنصر حسین تارڑ کی کئی ادبی حیثیتیں ہیں۔ وہ ایک اعلیٰ ناول نگار ہیں، ڈرامہ نگار ہیں، کالم نویس ہیں۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے ٹیلی ویژن کے کئی پروگراموں کی میزبانی بھی کی ہے۔

مستنصر حسین تارڑ کی ادبی پہچان اُن کا خوبصورت اسلوبِ بیان ہے۔ وہ بے تکلفانہ انداز کی نثر لکھتے ہیں جس میں ایک خوبصورت طلسماتی انداز موجود ہوتا ہے۔ اُن کی نثر کا تاثراتی انداز قاری کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ مستنصر حسین تارڑ کے سفر نامے دنیا بھر کے مختلف ممالک کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ انھوں نے اپنے سفر ناموں میں اِن ممالک کے متعلق بھرپور معلومات فراہم کی ہیں، ان کی تاریخ پر روشنی ڈالی ہے اور وہاں کی تہذیب و ثقافت کو نمایاں کیا ہے۔

اُن کی سفر نامہ نگاری کی نمایاں ترین خصوصیت اُن کا مہماتی طرزِ تحریر ہے۔ وہ جہاں بھی جاتے ہیں اپنے سفر کی مشکلات کو اس انداز میں بیان کرتے ہیں کہ گویا حاتم طائی اپنے کسی سوال کے جواب پانے کے لیے کوئی مہم سر کر رہا ہو۔ اور آخر جب وہ یہ جواب پا لیتے ہیں تو خود بھی ایک سکون حاصل کرتے ہیں اور اپنے قاری کو بھی ایک سرخوشی سے ہمکنار کرتے ہیں۔ ان کا یہ مہماتی انداز ان کے پاکستان کے شمالی علاقوں کے سفر ناموں میں اپنی پوری آب و تاب میں نظر آتا ہے۔ وہ ایک ماہر کوہ پیما کی طرح سفر کرتے نظر آتے ہیں۔ مہمات پر مہمات سر کرتے چلے جاتے ہیں۔ ہر مہم میں کسی داستانوی شہزادے کی طرح آخر میں سرخرو ہوتے ہیں۔ اُن کے شمالی علاقہ جات کے ایک درجن سے زائد سفر نامے اُردو ادب کے مہماتی سفر ناموں میں اپنی پہچان رکھتے ہیں۔ شمالی علاقہ جات کے سفر ناموں کا آغاز اُن کے سفر نامے "ہنزہ داستان" سے ہوتا ہے۔ یہ سفر نامہ ٹیکسلا، مانسہرہ، گلگت، پھسو، کریم آباد ہنزہ کی داستانِ سفر پر مشتمل ہے۔ اِس سفر میں اُن کا بیٹا سلجوق اُن کے ساتھ ہم سفر تھا۔ یہ کل ۱۸ ابواب پر مشتمل سفر نامہ ہے جس میں انہوں

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

نے رودادِ سفر کو تمام تر جزیات کے ساتھ بیان کیا ہے۔ یہ اُن کا شمالی علاقہ جات کے پہلے سفر کا سفر نامہ ہے جب انھوں نے اس نئی دنیا کو پہلی نظر سے دیکھا۔ اسی وجہ سے ماحول کی ہیبت ناکی اُن کے دل و دماغ پر واضح طور پر اثر انداز ہوتی نظر آتی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے اس سفر نامے میں وہاں کی فضا کی ہیبت ناکی اور پُر اسراریت کو انتہائی موثر انداز میں بیان کیا ہے۔

> "ہم اس اجنبی سرزمین پر کھڑے تھے اور یہاں تیز ہوا کا شور تھا جو گلشیئر سے اُتر کر ہمارے وجود کو سنسنا رہی تھی۔ دریائے ہنزہ کے پانیوں کی دور جاتی ہوئی گونج تھی جو پھسو کی نوکیلی چٹانوں کے شگافوں میں کہیں گم ہو رہی تھی اور ان کے علاوہ اور کوئی آواز نہ تھی۔۔۔ اور تنہائی تھی۔"(۱)

مستنصر حسین تارڑ کی تحریر کی خوبی ہے کہ وہ ہر قسم کے تاثرات کو ادا کرنے کی طاقت رکھتی ہے۔ خاص طور پر جب وہ کسی مہماتی سفر پر روانہ ہوتے ہیں تو اپنے احساسات اور تاثرات کو اس طرح الفاظ میں ڈھالتے ہیں کہ وہ مجسم ہو کر ہمارے سامنے آ کھڑے ہوتے ہیں۔ قاری کے دل پر بھی وہ تاثر نقش ہو جاتا ہے جو مصنف کے دل میں ہوتا ہے۔ مہماتی سفر ناموں میں خوف کا عنصر غالب نظر آتا ہے اور یہی خوف کی فضا کا بیان ہمیں "ہنزہ داستان" میں بھی ملتا ہے۔

> "پہاڑ دیکھنے تھے تو اُدھر سوات کو جاتے، اِدھر کیا ہے۔ اِدھر پہاڑ تو نہیں ہے صاحب اِدھر تو خوف ہے۔ اور ہم پر جھکے قراقرم حقیقتاً پہاڑ نہیں تھے، سیاہ خوف کا ایک سلسلہ تھا۔ بے آب و گیاہ، نہ پھول نہ پتہ، نہ درخت نہ سبزہ، بلندی اور چٹیل ویرانی اور شام کی سیاہی مزید ہیبت ناک اور نامعلوم خدشوں کے عمل سے ہم پر بوجھ ہوتی ہوئی۔ بائیں جانب عمودی بلندی اور دائیں طرف عمودی گہرائی۔ جب کبھی دائیں طرف کوئی چٹان یا زمین کا ٹکڑا نظر آتا تو اطمینان سا ہوتا کہ کم از کم اس ٹکڑے میں سے گزرتے ہوئے ہم نیچے تو نہیں جائیں گے۔(۲)

کوئی بھی مہم سر کرنا آسان کام نہیں ہوتا۔ خوف، مشکلات، تھکاوٹ سب مل کر انسانی اعصاب کو شل کر دیتے ہیں۔ مستنصر حسین تارڑ بھی اسی تھکاوٹ کا شکار ہوتے ہیں۔ لیکن یہ مسائل کسی بھی مہم جُو کو روکتے نہیں بلکہ اُس کی منزل کی طرف طلب کو اور بڑھا دیتے ہیں۔ مستنصر حسین تارڑ نے ہولناک لمحات کے اعصاب پر اثرات کو بے حد موثر انداز میں بیان کیا ہے۔

> "ایک تاریک شب۔ شاہراہِ قراقرم پر مہیب چٹانوں میں سے بہتا ہوا پتھروں کا شور۔ دریائے سندھ اگرچہ کہیں گہرائیوں میں گم لیکن اس کی موجودگی کا وسوسہ۔ پہاڑ جھکے ہوئے۔ سڑک پر ایک سیلاب اور جیپوں اور ٹرکوں کی فل ہیڈ لائٹس جو تاریکی میں آسمانی چڑیلوں کی طرح چمک رہی تھیں اور اس شور اور اس روشنی میں گھومتے ہوئے چند نامانوس چہرے۔۔۔ اور بھوک اور جسم اور اعصاب کی تھکاوٹ۔"(۳)

"سفر شمال کے" اُن کا شمالی علاقہ جات کا دوسرا سفر نامہ ہے۔ اس سفر میں اُن کی بیگم صاحبہ اور تین بچے اُن کے ساتھ تھے۔ انہوں نے اس سفر نامے کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے حصے میں سوات کے سفر کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں جبکہ دوسرا حصہ خنجراب کے سفر کی روداد پر مشتمل ہے۔ زیرِ سفر علاقوں میں سوات، منگورہ، میاندم، بحرین، کالام، ایبٹ آباد، مانسہرہ، بشام، گلگت، نلتر، بتورا، سوست، خنجراب اور کریم آباد شامل ہیں۔ ایسے سفر جن میں اُن کے بچے اُن کے ساتھ ہوتے ہیں وہاں پر دیگر سفر ناموں کی نسبت ایک مختلف تاثر ملتا ہے۔ کیونکہ جو سفر مصنف نے اکیلے کیے ہیں اُن میں ایک نڈر مہم جو کے طور پر سامنے آئے۔ لیکن فیملی کے ساتھ سفر میں بچوں کی حفاظت کا احساس اُن کے ہاں رہتا ہے۔ وہ کوشش کرتے ہیں کہ زیادہ خطرناک علاقوں کا سفر نہ کیا جائے۔ لیکن شمالی علاقوں میں خطرات سے قدم قدم پر واسطہ رہتا ہے۔ جہاں بھی ایسی صورت ہوتی ہے وہ ایک عجیب خوف اور گھبراہٹ کا شکار ہو جاتے ہیں اور بچوں کا تحفظ اُن کی پہلی ترجیح ہوتا ہے۔

> "ایک چھوٹا سا مسئلہ درپیش تھا یعنی اس خوفناک آواز دیتی ہوئی، جھاگ اُڑاتی ہوئی اور پتھروں کو اُڑاتی ہوئی ندی کے اوپر تقریباً بیس فٹ کی بلندی پر کوئی پل نہ تھا بلکہ دو بڑے شہتیر ساتھ ساتھ رکھے ہوئے تھے۔ ان شہتیروں کی چوڑائی بہت تھی اگر وہ ہموار زمین پر رکھ دیے جائیں تو۔۔۔ لیکن وہ چیختے چنگھاڑتے پانیوں کے اوپر معلق تھے اور بال سے باریک لگتے تھے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

ہمیں یہ فیصلہ کرنا تھا کہ ندی کو پار کرنا ہے یا نہیں۔۔۔ فیصلہ فوراً ہو گیا کہ نہیں بہت خطرناک ہے۔ خاص طور پر عینی بہت چھوٹی ہے، ندی میں گر گئی تو منگورہ سے پہلے ہاتھ نہیں آئے گی۔"(۴)

شمالی علاقہ جات کا سفر سیاح سیر و تفریح کی غرض سے کرتے ہیں اور وہاں کے نظاروں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ خاص طور پر جب بچے اُن کے ہمراہ ہوں تو لطف اور بڑھ جاتا ہے۔ اس قسم کے سفر میں اپنے سے زیادہ بچوں کی خوشی اور سفر میں دلچسپی لطف دیتی ہے۔ مستنصر حسین تارڑ کے ساتھ چونکہ اس سفر میں ان کے بچے بھی تھے اس لیے وہ بھی بچوں کی دلچسپیوں سے محظوظ ہوتے رہے جس کا انھوں نے بارہا ذکر کیا۔ اس طرح سفر کے دشوار گزار مراحل بھی ان کے لیے پر لطف ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ بچوں کی دلچسپیوں، سفر کی دشواریوں اور ایک انجانے خوف کے احساس کا ذکر اس سفر نامے میں ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔

"بچوں کی پہلی برف تھی اس لیے وہ بے حد خوش ہوئے اور اسے ہاتھوں سے کھودنے لگے اور کھانے لگے۔ ذرا اوپر سے ایک ننھی آبشار گر رہی تھی اور اس کے کناروں پر گیلی مٹی میں سے الپائن پھولوں کے رنگ دکھائی دیتے۔ خاص طور پر چھوٹے نرگس نما سفید اور پیلے پھول۔ کہیں کہیں گلاب کی لڑیاں چٹانوں سے تکتی تھیں۔ میں ذرا آگے چلا گیا اور آگے بالکل خاموشی تھی اور برف کی سفیدی آنکھوں کو بند کرتی تھی۔۔۔ اور پھر میں گھبرا گیا۔ میرے بچے جنگل میں تھے اور اکیلے تھے۔ میں واپس آیا تو وہ ابھی تک برف سے کھیل رہے تھے۔"(۵)

مستنصر حسین تارڑ کا اسلوب ایک داستانوی اور مہماتی انداز اپنے اندر لیے ہوئے ہے۔ وہ مہم پر مہم سر کرتے چلے جاتے ہیں۔ اُن کے سامنے خوفناک راستے آتے ہیں، خوفناک واقعات آتے ہیں، وہ ان سے خوب تاثر کشید کرتے ہیں۔ اُن کو واقعات کو ایک سنسنی خیز انداز دینا آتا ہے جس سے سفر نامے میں ایک تجسس اور تحیر کی فضا پیدا ہو جاتی ہے۔ اس قسم کے حالات بیان کرتے ہوئے وہ الفاظ کا چناؤ بھی خوب کرتے ہیں۔ اُن کی تحریر کے اندر سادگی ہے مگر اس میں ایک زندہ احساس موجود ہے جو قاری کو بھی اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ ایک سادہ سی صورت حال کو دیکھیں۔ انہوں نے کس طرح کا رنگ دیا ہے۔

"متعدد مسلح افراد دوڑتے ہوئے ہماری جانب آ رہے تھے۔ ان کے سینوں پر گولیوں کے پٹے زیورات کی طرح سجے ہوئے تھے۔ ان میں سے دو سیاہ پوش تھے اور انہوں نے اپنے چہرے کالی پگڑیوں کے پلوؤں سے ڈھانپ رکھے تھے۔۔۔ یہ ڈاکو ہیں۔۔۔ میری بیوی میمونہ نے میرا بازو سختی سے پکڑ لیا اور اس کی آواز میں خوف بیٹھا ہوا تھا۔ میرا حلق بھی خشک تھا کہ یا الٰہی یہ ماجرہ کیا ہے۔"(۶)

مستنصر حسین تارڑ کا سفر نامہ "نانگا پربت" ۱۹۹۱ میں شائع ہوا۔ یہ مختلف سفروں کی روداد ہے۔ اس میں مصنف کے ہم سفر اس کے بیوی بچے تھے۔ جن علاقوں کا سفر کیا گیا اُن میں صدپارہ، سکردو، ہنزہ، کچورا جھیل، فیری میڈوز، نانگا پربت، گلگت، ترشنگ، روپل، راما جھیل، وادی خپلو، ہوشے، شگر اور دیوسائی شامل ہیں۔ مصنف کے دیگر سفر ناموں کی طرح اس سفر نامے کی بھی خصوصیت ہے کہ اس میں شمالی علاقوں کے قدرتی حسن کو انتہائی دلکش انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اسلوبِ بیان خوبصورت اور دلچسپ ہے جس سے قاری کی دلچسپی سفر نامے میں موجود رہتی ہے۔ اس سفر نامے میں مصنف نے ہلکے پھلکے انداز میں مزاحیہ لہجہ بھی شامل کیا ہے اور داستانوی رنگ کی جھلک کو بھی قائم رکھا ہے جو سفر نامے کے مہماتی انداز میں معاون ہوتا ہے۔ کئی جگہ انہوں نے مقامی لوگوں کے خیالات اور عقائد کو بھی اس انداز میں بیان کیا ہے جو اس سفر نامے کی سحر کاری اور مہماتی رنگ کو مزید نمایاں کرتا ہے۔

"نانگا پربت: دردستان یا دیامیر کی سرزمین کہا جاتا ہے۔ مقامی آبادی کا عقیدہ ہے کہ نانگا پربت کی چوٹی پریوں کی ملکہ کی رہائش گاہ ہے۔ داستانوں میں آیا ہے کہ وہ ایک ایسے برفانی قلعے میں رہتی ہے جو شفاف اور دبیز برف کا بنا ہوا ہے اور برف کے بڑے بڑے مینڈک اور برف کے ایسے سانپ جو کئی کلو میٹر لمبے ہیں اس ملکہ کی حفاظت پر مامور ہیں۔"(۷)

مستنصر حسین تارڑ نے جس علاقے کا سفر کیا اُس کے حُسن کو دل کھول کر سراہا۔ اگر کوئی ہولناک منظر دیکھا تو اس کی ہولناکی کو بھرپور انداز میں بیان کیا۔ لیکن جہاں پر کوئی خامی یا بدصورتی نظر آئی تو اُس کو بھی بیان کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی۔ البتہ یہ اُن کے ذاتی خیالات ہو سکتے ہیں۔ فیری میڈوز کی سیر گاہ کو شمالی علاقوں کی

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

خوبصورت ترین سیر گاہوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ لیکن سفر نامہ نگار کو یہ پسند نہیں آئی اور اس نے کھل کر اس کا اظہار کیا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ بعض مقامات کو انسانوں نے بھی تباہ کر دیا ہے۔ جو لوگ شمالی علاقوں میں گئے ہیں انہیں معلوم ہے کہ وہاں ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ اکثر مقامات چراگاہ کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ ان مقامات پر جانوروں کے فضلات وغیرہ کہ وجہ سے گندگی پھیل چکی ہے اور ایک عجیب قسم کی بدبو ماحول کو بے حد ناگوار بنا دیتی ہے۔ فیری میڈوز کی مہم کے دوران میں مستنصر حسین تارڑ لکھتے ہیں:

"فیری میڈوز میں پہنچے تو دل بیٹھ گیا۔ کیا یہی فیری میڈوز ہے۔۔۔ بڑا شور سنتے تھے کہ نانگا پربت کے پہلو میں فیری میڈو ہے اور جو پہنچے تو یہ نکلا۔۔۔ خیال تھا کہ ایک دھند آلود ماحول میں داخل ہوں گے اور جوں جوں دھند تحلیل ہو گی اس میں سے پریاں ناچتی ہوئی بر آمد ہوں گی اور۔۔۔ اور یہاں کوہستانی حضرات کلاشنکوفیں لے کر گھوم رہے تھے اور بکریاں باں باں کر رہی تھیں اور گھاس پر مینگنیاں اور لید کے تودے تھے۔"(۸)

مستنصر حسین تارڑ نے ۱۹۹۳ میں کے ٹو تک کا سفر کیا اور ۱۹۹۴ء میں ان کے اس سفر کی روداد "کے ٹو کہانی" کے عنوان سے چھپی۔ زیرِ سفر علاقوں میں سکردو، تھنگل، اسکولے، کورو فون، پائیو، کنکورڈیا شامل تھے۔ یہ ایک خالص مہماتی انداز کا سفر نامہ ہے۔ اس سفر میں سفر نامہ نگار کے ساتھ سات افراد کا ایک گروپ شامل تھا۔ یہ سفر نامہ بھی اپنے اندر افسانوی اور تاثراتی رنگ لیے ہوئے ہے۔ زیرِ سفر علاقوں کو مصنف نے صرف دیکھا ہی نہیں محسوس بھی کیا ہے اور قاری کو بھی محسوس کرایا ہے۔ یہ ایک خطرناک مہماتی سفر تھا جس کی روداد پڑھ کر ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"اسکولے جو شمال کا سب سے آخری گاؤں ہے۔۔۔ اس سے پرے کوئی انسانی آبادی نہیں۔۔۔ اور اس کے آخری کھیت کے بعد ایک اور جہان شروع ہو جاتا ہے اور اس جہان کے اندر صرف وہ جاتے ہیں جن کے دماغوں میں فتور ہوتا ہے اور آنکھوں میں وحشت ہوتی ہے۔"(۹)

یہ سفر نامہ حقیقتاً اپنے اندر ایک تحیر انگیز فضا لیے ہوئے ہے۔ ہر قدم پر ایک ان دیکھی اور نئی دنیا کا ذکر کیا گیا ہے۔ دشوار گزار پہاڑی راستوں سے گزر کر ایسے مقامات پر یہ مہماتی قافلہ پہنچتا ہے جو انسانی جسم میں لرزہ پیدا کرنے کے لیے کافی ہوتا ہے۔ شدید ترین موسموں کا سامنا کرتے ہوئے یہ باہمت قافلہ دشوار گزار پہاڑوں، ناقابلِ عبور گلیشئرز کے ناممکن سفر کو ممکن بناتا ہوا آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔ ہر قدم پر موت ہاتھ پھیلائے ہوئے کھڑی نظر آتی ہے۔ لیکن سفر جاری رہتا ہے اور منزل کی کشش رواں دواں رکھتی ہے۔ ان مناظر کو سفر نامہ نگار نے اپنی پوری فنی مہارت سے سفر نامے کے صفحوں پر نقش کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ قاری کو بھی اپنے ساتھ ساتھ لیے پھرتا ہے اور اپنے تمام تاثرات اور احساسات میں اُس کو بھی بھرپور انداز میں شامل کرتا ہے۔

"۔۔۔ اور ہاں پچھلی شب پھر میرے بدن کو اس سرد موت کی قربت نے چھوا جو بالتورو گلیشئر کی ایک گہری دراڑ میں سے بے آواز آ رہی تھی۔ کئی سو میٹر اندر جہاں صرف برف تھی اور لاکھوں برسوں سے تھی۔ وہاں کوئی تھا جو تاریکی میں بہتا تھا اور وہاں سے وہ ہوا اوپر آتی تھی اور میں اس کو پھلانگتے ہوئے اس کی موت کی سردی سے کپکپاتا تھا۔"(۱۰)

سفر نامہ "چترال داستان" مستنصر حسین تارڑ کے شمالی علاقہ جات کی سیر کے حوالے سے لکھے گئے سفر ناموں میں ایک خوبصورت اضافہ ہے جو 1994 میں شائع ہوا۔ اس سفر نامے میں گلگت، وادی گوپس، وادی جھنڈر، درہ شندور، چترال اور کافرستان کے علاقوں کے سفر کی داستان بیان کی گئی ہے۔ اس سفر میں مصنف کے بیوی بچے ان کے ہمراہ تھے۔ چنانچہ یہاں بھی سفر نامے میں ایک فیملی ٹچ نظر آتا ہے۔ مصنف حد درجہ محتاط ہے۔ سفر کی سہولیات کا خیال رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ پُر خطر راستوں پر بچوں کی حفاظت کے لیے فکر مندی واضح طور پر جھلکتی ہوئی ملتی ہے۔

یہ ایک طویل سفر کی روداد ہے۔ مصنف شاہراہِ قراقرم سے ہوتا ہوا گلگت پہنچتا ہے۔ وہاں سے پھر طویل سفر کا آغاز ہوتا ہے جو انتہائی دشوار گزار راستوں سے گزرتا ہے۔ جابجا پُر خطر راستے، بلند و بالا پگڈنڈیاں، ٹوٹی پھوٹی اور ناہموار سڑکیں، دل دہلا دینے والی مہیب چٹانیں، راستے میں رکاوٹیں ڈالتے ہوئے ندی نالے، الغرض وہ کون سا خطرہ ہے جو راستے میں موجود نہیں ہوتا۔ اکثر مقامات پر سفر نامہ نگار کو اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے کہ وہ بچوں کو ان پر خطر راستوں پر کیوں لے آیا۔ لیکن اب ایسی صورت حال ہوتی ہے کہ نہ آگے جا سکتے ہیں نہ پیچھے۔ چار و ناچار اپنی منزل کی طرف بڑھتے رہتے ہیں۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

"سڑک کے کناروں کی سطح سے جھیل کے پانی ٹکراتے تھے۔۔۔ اور کبھی سڑک پر پھیلتے تھے اور ان پر ہماری جیپیں پھونک پھونک کر ٹائر رکھتی تھیں کیونکہ ہم اگر ذرہ بھر بھٹکتے تھے، سٹیئرنگ کا ایک ماشہ اُدھر کے پلڑے میں بھاری ہوتا تھا تو ہم صرف گہرائی میں گرتے نہ تھے بلکہ ڈوبتے تھے اور گہرائی میں اُترتے تھے اور کیا معلوم اس صورت میں ایک نیست و نابود پانی میں گم کسی ایسے جھونپڑے کی چھت پر جااُترتے تھے جو کئی کلومیٹر نیچے تھا۔"(۱۱)

شمالی علاقہ جات میں سیاحوں کو شدید ترین موسموں کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ درحقیقت اِن علاقوں کا سفر ہے ہی موسموں کا سفر۔ کہیں پر انتہائی خوشگوار موسم ہیں جہاں پر پہنچ کر روح کو تراوت ملتی ہے۔ جب گرم ترین میدانی علاقوں سے سیاح یہاں پہنچتے ہیں تو ایک عجیب قسم کی فرحت محسوس کرتے ہیں۔ گلگت اور شاہراہِ قراقرم کے موسم زیادہ تر شدید نوعیت کے ہیں اور یہاں سیاحوں کو گرم سنگلاخ چٹانوں سے واسطہ پڑتا ہے اور اکثر اوقات ان کی ہمت جواب دے جاتی ہے۔ انہیں پہاڑی علاقوں میں سرد ترین خطے بھی موجود ہیں خاص طور پر بلند و بالا پہاڑی سلسلے جہاں پر یخ بستہ گلیشئرز گھومتے پھرتے ہیں۔ ان علاقوں میں صرف تربیت یافتہ کوہ پیما ہی جاسکتے ہیں۔ پھر ایسے علاقے بھی ہیں جہاں پر عام سیاح بھی سفر کرتے ہیں لیکن ان علاقوں میں خون جما دینے والی سردی ہوتی ہے۔ ایسے ہی موسموں سے مستنصر حسین تارڑ اور ان کی فیملی کو اس سفر کے دوران میں واسطہ پڑا۔ شندور کے موسم کے حوالے سے وہ لکھتے ہیں:

"سردی لحہ بہ لحہ بڑھتی تھی کہ ہمیں شندور ہٹ میں چلتے ہوئے ایسے لگتا تھا جیسے اس کے اندر کی ہوا بھی ایک برف کی باریک چادر میں بدلتی جارہی ہے اور ہم حرکت کرتے ہیں تو وہ ٹوٹتی ہے اور اس کی کرچیاں ہمارے بدن میں اُترتی ہیں۔۔۔ سٹیل کی میز کو ہاتھ لگایا اور شاید کوئی بھی یقین نہ کرے لیکن یہ حقیقت ہے کہ اُسے چھوتے ہی میرے بدن میں پتہ نہیں کتنے ہزار وولٹ کا کرنٹ دوڑنے لگا۔۔۔ وہ اتنا سرد تھا کہ اُسے چھونے والی انگلیوں کا ماس اُس پر چپک سکتا تھا۔"(۱۲)

شمالی علاقوں کا سفر اگرچہ ہر سیاح کا خواب ہوتا ہے لیکن یہ سفر سننے میں جتنا خوش کُن لگتا ہے حقیقت میں اتنا ہے نہیں۔ خاص طور پر جو سیاح میدانی علاقوں سے یہاں جاتے ہیں وہ پہاڑی راستوں کی دشواریوں سے ناواقف ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ راستے تکلیف دہ اور مشکل ہوتے ہیں، دوسرے موسموں کی سختیاں انسان کو نڈھال کر دیتی ہیں۔ جس قدر پہاڑی بلندیوں کی طرف سفر کرتے جائیں، مشکلات اور بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر سیاحوں کو وہاں جاکر پریشان ہوتے دیکھا۔ عام سیاحوں کی تو اور بات ہے مستنصر حسین تارڑ جیسے تجربہ کار انسان کو بھی اکثر گھبراہٹ کا شکار دیکھا گیا۔ خاص طور پر جب وہ اپنے بچوں کے ساتھ سفر کر رہے ہوتے ہیں تو کئی مشکل مقامات سے گزرتے ہوئے وہ اپنے سفر کو حماقت کا نام دیتے ہیں۔ چند لمحوں کی خوشی اور لطف کے لیے اپنی اور بچوں کی جان کو خطرے میں ڈالنا اور بے انتہا تکالیف کا سامنا کرنا کہاں کی عقلمندی شمار ہوگی۔

"ایک سیلابی ریلے نے پتھروں اور کیچڑ کو دھکیل کر قراقرم کو بلاک کر دیا تھا اور اُسے عبور کرنے کی احمقانہ کوشش میں میری سفید سوزوکی اُس کیچڑ میں پہیے گھماتی اُس میں آہستہ آہستہ دھنس رہی تھی، دفن ہو رہی تھی۔۔۔ سلجوق سٹیئرنگ پر تھا اور اب کار سے باہر نہیں آسکتا تھا کیونکہ کیچڑ نے راستوں کو بلاک کر دیا تھا۔ میں اور سمیر اُسے دھکا لگا رہے تھے اور اس کے ایک ہی مقام پر گھومتے ٹائر سیلابی کیچڑ ہمارے چہروں پر پھینک کر اُن پر نہایت عمدہ لیپ کر رہے تھے۔۔۔ تو جب ہم پار ہوئے تو دوسرے جانب ایک بس جانے کب کی رُکی ہوئی تھی۔ اُس بس میں سے دو نوجوان اُترے، میرے قریب آئے اور میں اس لمحے اپنے چہرے سے اور آنکھوں سے کیچڑ پونچھنے کے عمل میں تھا اور کہنے لگے۔۔۔ اور لکھیں ان علاقوں کے سفر نامے۔۔۔ ہمیں بھی ذلیل کروایا اور اب خود بھی ذلیل ہو رہے ہو۔۔۔"(۱۳)

دشوار گزار راستوں سے گزرتے ہوئے سیاح جب منزل پر پہنچتے ہیں تو منزل کی خوبصورتیاں اور حیرتیں اُن کی منتظر ہوتی ہیں اور یہی اُن کا انعام ہوتا ہے۔ انہیں کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے انہوں نے تمام تر تکالیف برداشت کی ہوتی ہیں۔ وادی کالاش کا سفر بھی ایک طلسماتی دنیا کے سفر کی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ مستنصر حسین تارڑ ایک تھکا دینے

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

والے طویل سفر کے بعد وہاں پہنچتے ہیں تو اس علاقے کی سحر کاریوں سے پردہ اُٹھاتے ہیں۔ وہ یہاں کی تاریخ اور تہذیب و ثقافت کو وضاحت کے ساتھ بیان کرتے ہیں اور اس طرح اُن کا یہ سفر نامہ کالاش کی تہذیبی دستاویز بن جاتا ہے۔

"جب ہم نے پہلی کالاش لڑکی کو دیکھا تو ہم سب ایک سٹیٹ آف شاک میں چلے گئے۔۔۔ اگرچہ ہم نے ہزاروں مرتبہ ٹورسٹ کتابچوں، اخباروں اور کیلنڈروں پر کالاش لڑکیوں کی تصویریں دیکھی تھیں۔۔۔ لیکن اس کے باوجود جب ہم نے ایک کھیت میں جھکی کالاش لباس میں ملبوس، سیپیوں کی جھالر دار اور تکونی ٹوپی اوڑھے ایک لڑکی کو سچ مچ دیکھا تو ہم یقین نہ کر سکے۔ کیونکہ ہم نے آج تک جو کچھ دیکھا تھا وہ اس سے الگ تھا۔ وہ ہمارے عہد کی نہ تھی۔۔۔"(۱۴)

شمالی علاقوں کے سفر ناموں کی ایک کڑی "یاک سرائے" ہے۔ اس سفر نامے کے سفر مصنف نے ۱۹۹۵ء سے ۱۹۹۷ء کے عرصے کے دوران میں کیے۔ یہ سفر نامہ ۱۹۹۷ میں شائع ہوا۔ اُن کے دیگر سفر ناموں کی طرح اس سفر نامے میں بھی مہماتی رنگ نمایاں ہے، لیکن اس سفر نامے کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں خوف کے سائے بہت گھنے ہیں۔ قدم قدم پر سفر نامہ نگار کو خطرناک منزلوں کا سامنا ہے اور یہی خوف پورے سفر نامے میں جاری و ساری نظر آتا ہے۔ پہاڑ اپنی تمام تر ہیبت کے ساتھ سامنے آتے ہیں۔ ہر بلندی اپنے ساتھ تکالیف کا نیا سلسلہ لاتی ہے۔ رگوں میں خون تک منجمد ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ سفر نامہ پڑھتے ہوئے قاری کی نس نس میں خوف سما جاتا ہے اور ایک کپکپی ہے جو واضح طور پر محسوس ہوتی ہے۔ اس سفر نامے میں جو چیز نمایاں نظر آتی ہے وہ موت کا استعارہ ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ موت کا تصور اس سفر نامے کا مرکزی نقطہ ہے جس کے گرد پورا سفر نامہ گھومتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

"میں نے اپنی کوہستانی آوارہ گردیوں کے دوران متعدد بار اپنے آپ کو کوسا تھا، اپنے آپ کو بدترین لفظوں سے پکارا تھا کہ تم یہاں کیا کر رہے ہو، ادھر کارختِ سفر کیوں باندھا تھا، کیا تکلیف تھی تمہیں کیونکہ۔۔۔ سامنے جو کچھ نظر آتا تھا اُس میں سب سے واضح شکل موت کی سیاہی کی ہوتی تھی۔۔۔"(۱۵)

ایک مہم جو کا مقصد ہی خوف کا حصول ہوتا ہے۔ وہ خوف کے لمحات سے لطف کشید کرتا ہے۔ پر خطر راستوں کا سفر دراصل وہ کسوٹی ہوتا ہے جس کے ذریعے وہ اپنی ہمتوں کو آزماتا ہے، اپنے حوصلے کو پرکھتا ہے۔ پُر خطر راستے اُس کے شوق کے لیے مہمیز کا کام کرتے ہیں۔ پُر خطر آندھیاں اُسے اونچا اُڑانے کا باعث بنتی ہیں۔ جس قدر خطرات زیادہ ہوتے ہیں اتنا وہ توانا ہوتا ہے۔ ایسی منزل کی طرف وہ جاتا ہی نہیں جس کے راستے پُر خطر نہ ہوں۔ کیونکہ خطرات سے گزر کر جب وہ منزل پر پہنچتا ہے تو جو سکون نصیب ہوتا ہے اُس کا کوئی نعم البدل نہیں۔ مستنصر حسین تارڑ کا یہ سفر نامہ جتنا خوف سے پُر ہے اتنا ہی محسوس ہوتا ہے کہ مصنف اس سے لطف نچوڑ رہا ہے۔ یہ لطف وافر مقدار میں موجود ہے کیونکہ ہر موڑ پر ایک نیا خطرہ منتظر ہوتا ہے۔

"اور اس چٹانی دیوار میں کہیں کہیں پتھر اٹکے ہوئے تھے اور یہ سنگریزوں سے بھری بھربھری مٹی سے بنی تھی اور اوپر۔۔۔ میں نے آنکھوں پر ہتھیلی کا چھجا بنا کر دیکھا۔۔۔ اوپر جہاں دیکھنے سے دستار گرتی تھی، وہاں ہمارا پورٹر نگیر خان کھڑا تھا۔۔۔ اور مجھے اس پچاسی درجے کے زاویے پر۔۔۔ اس عمودی بلندی پر چڑھنا تھا۔۔۔ پہلو میں دریائے شین کے جھاگ آلود، پتھروں سے ماتھا پٹختے وحشی پانی ایک مہیب شور میں فنا کی قوت لیے رواں تھے۔۔۔ اور شام اُتر رہی تھی۔"(۱۶)

خوف کے سفر میں جب انسان اکیلا ہو تو خوف کی تلخیوں کو اُس کی جان بھگت رہی ہوتی ہے۔ لیکن جب اس کا کوئی پیارا بھی اس کے ہمراہ ہو اور اُس کو بھی خوف اور خاص طور پر موت کا خوف جکڑ لے تو پھر انسان کی روح تک میں خوف سرایت کر جاتا ہے۔ مستنصر حسین تارڑ کو قدم قدم پر اپنی حماقتوں کا احساس بھی ہے اور خاص طور پر جب اُس کی ان حماقتوں کی قیمت اُن کی اولاد کو چکانا پڑتی ہے تو وہ اپنے آپ کو کوستے نظر آتے ہیں۔ خطرناک راستوں پر بے سروسامانی کے عالم میں بچوں کے ساتھ سفر مصنف کو ہلا کر رکھ دیتا ہے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

"یہ عجب وحشت ناک تصویر تھی میرے سامنے۔ بڑے پتھر سے آگے گہری ہوتی شام کی نیم تاریکی میں سلجوق، شکور کی گردن میں بازو ڈالے اُس کی پشت پر سر رکھے، ایک ڈھلوان راستے پر کبھی قدم اٹھالیتا ہے کبھی گھسیٹتا ہے۔۔۔ شکور نے اس کے دونوں بازو اپنی گرفت میں جکڑے ہوئے ہیں۔ ذرا جھکا ہوا اُس کے بوجھ سے چلتا جاتا ہے۔۔۔ سمیر اور میں۔۔۔ سہمے ہوئے اُن کے پیچھے پیچھے چل رہے ہیں۔"(۱۷)

شمشال ایک ایسا علاقہ ہے جس کو بجا طور پر دنیا کی چھت کہا جاسکتا ہے۔ اس کا راستہ پاسو کونز کے قریب حسینی پل سے گزر کر جاتا ہے۔ اس پل کو کراس کرنا بذاتِ خود ایک دل گُردے کا کام ہے۔ راستے انتہائی دشوار گزار ہیں۔ بلند پہاڑی سلسلوں کے ساتھ بل کھاتی، ہوا میں معلق پگڈنڈیاں ہیں جن پر سے جیپ کے ذریعے سفر کیا جاتا ہے۔ راستے اتنے تنگ ہیں کہ اکثر جیپ کا ایک ٹائر ہوا میں معلق نظر آتا ہے۔ یہاں سے گزرتے ہوئے حقیقتاً سیاح اپنی سانس تک روک لیتے ہیں۔ تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسے خطرناک راستوں پر سفر کیا کیوں جاتا ہے۔ کیا سیاحوں کو زبردستی وہاں لے جایا جاتا ہے۔ اس کا جواب مستنصر حسین تارڑ اپنے سفر نامے "شمشال بے مثال" میں اس طرح دیتے ہیں:

"ہم سب شمشال جارہے تھے۔۔۔ کہا جاتا ہے کہ پچھلے زمانوں میں ہنزہ کے میر مجرموں کو، اپنے مخالفین کو شمشال کی سزا دیتے تھے۔ شمشال ایک پینل کالونی تھی۔ وہاں کوئی بھی اپنی خوشی سے نہیں جاتا تھا۔ لیکن میں وہاں دنیا کی تنہاترین جگہ پر اپنی خوشی سے جارہا تھا۔ زمانے بدل چکے تھے۔ پہلے وہاں مجرموں کو بھیجا جاتا تھا اور اب یہ مجرم، میں اپنی مرضی سے وہاں جارہا تھا۔"(۱۸)

"شمشال بے مثال" 37 ابواب پر مشتمل مستنصر حسین تارڑ کا سفر نامہ ہے جو ۲۰۰۲ء میں شائع ہوا۔ اس سفر نامے میں بھی بھرپور مہم جویانہ انداز موجود ہے لیکن ساتھ ہی قدرت کے حسین نظاروں کا بھی مصنف نے دل کھول کر ذکر کیا ہے۔ آزاد کشمیر کے خوبصورت ترین مقام رتی گلی کے مہماتی سفر کا احوال مستنصر حسین تارڑ کے سفر نامے "رتی گلی" میں ملتا ہے۔ یہ سفر نامہ ۲۰۰۵ء میں شائع ہوا۔ مصنف رتی گلی دوبار گئے۔ پہلی بار اپنے طالب علمی کے زمانے میں جب وہ بھرپور جوانی کے عالم میں تھے، سفر کے ذرائع محدود تھے۔ انھوں نے وادی کاغان کی طرف سے یہ سفر کیا۔ یہ واقعی ایک جان جوکھم میں ڈالنے والا سفر تھا۔ زیادہ تر سفر خچروں کے ذریعے طے کیا گیا۔ ایسے پہاڑی راستوں سے گزرے جن کا کہہ سکتے ہیں کہ وجود ہی نہیں تھا۔ پہاڑی ندی نالے جن کو عبور کرنا ناممکن تھا۔ یہ ناممکن سفر انہوں نے ممکن کر دکھایا۔ دوسری مرتبہ وہ کافی عرصہ کے بعد اپنے اس محبوب ترین مقام پر آئے۔ اس سفر نامے میں محسوس ہوتا ہے کہ وہ واقعی رتی گلی کی محبت میں اسیر ہیں اور اس تک پہنچنے کے لیے بڑی سے بڑی مہم کو سر کرنے کے لیے تیار ہیں۔

اُن کے دیگر خالصتاً مہماتی انداز کے سفر ناموں میں "برفیلی بلندیاں"، "سنولیک" اور "دیوسائی" شامل ہیں۔ مستنصر حسین تارڑ کا اندازِ بیان اُردو سفر نامہ نگاری میں انفرادیت رکھتا ہے۔ انہوں نے خوبصورت تاثراتی نثری اسلوب کے ذریعے مناظرِ فطرت کے بیان میں جان ڈال دی ہے۔ اُن کی منزلیں حقیقتاً کٹھن ہوتی ہیں۔ وہ سفر کے مراحل کی اس طرح عکس بندی کرتے ہیں کہ انہیں مجسم کر دیتے ہیں۔ وہ تحریر کو تصویر بنانے کا فن جانتے ہیں۔ انہیں خصوصیات کی بنا پر مستنصر حسین تارڑ کے سفر نامے اُردو کے مہماتی ادب میں ایک اہم مقام رکھتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ مستنصر حسین تارڑ، ہنزہ داستان، لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۱، ص:۱۳۵

۲۔ ایضاً، ص:۴۲

۳۔ ایضاً، ص:۵۱

۴۔ مستنصر حسین تارڑ، سفر شمال کے، لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۵، ص:۶۹
۵۔ ایضاً، ص:۷۰
۶۔ ایضاً، ص:۱۰۱
۷۔ مستنصر حسین تارڑ، نانگا پربت، لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۱، ص:۱۲
۸۔ ایضاً، ص۲۹
۹۔ مستنصر حسین تارڑ، کے ٹو کہانی، لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۴، ص:۱۰
۱۰۔ ایضاً، ص:۲۵۶
۱۱۔ مستنصر حسین تارڑ، چترال داستان، لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۲، ص:۳۴
۱۲۔ ایضاً، ص:۹۱
۱۳۔ ایضاً، ص:۶۱
۱۴۔ ایضاً، ص:۱۶۵
۱۵۔ مستنصر حسین تارڑ، یاک سرائے، لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۸، ص:۱۹
۱۶۔ ایضاً، ص:۱۹
۱۷۔ ایضاً، ص:۶۴
۱۸۔ مستنصر حسین تارڑ، شمشال بے مثال، لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۷، ص:۱۵